عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت

اور عہدِ تابعینؒ میں اُس کے نتائج وثمرات (دسویں قسط)

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے تابع وپیرو ہیں، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

’’کان أبوحنیفة رضی اللّٰہ عنہ ألزمھم بمذھب إبراھیم و أقرانہ لایجاوزہٗ إلاماشاء اللّٰہ۔‘‘(۱)

’’امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے ہم عصروں کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کررکھا تھا، وہ اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے مگر بہت کم۔‘‘

موصوف حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

’’کان أبوحنیفة رضی اللّٰہ عنہ ألزمھم بمذھب إبراھیم و أقرانہ لایجاوزہ الّاماشاء اللّٰہ وکان عظیم الشان فی التخریج علی مذھبہ و دقیق النظر فی وجوہ التخریجات مقبلاً علی الفروع أتم إقبال۔‘‘(۲)

’’امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے ہم عصر علماء کے مذہب کے پابند تھے اورابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سے باہر نہیں جاتے الا ماشاء اللہ، وہ ان کے مذہب کے مطابق مسائل کی تخریج کرتے، بڑی شان رکھتے اوروجوہِ تخریجات کے معلوم کرنے میں دقیق النظر تھے۔‘‘

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا بیان متعدد وجوہ واسباب سے محلِ نظر ہے:

۱:......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور مجتہدین تابعین کو نام بنام گنا کر بتایا ہے کہ میں ان میں سے کسی مجتہد کے مسلک کی تقلید نہیں کرتا، ان میں پہلا نام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، پھران کے مشہور ہم عصر مجتہدین کے نام ہیں۔

۲:......خلاصیات کے ماہر ائمہ اصول فقہ اس امر پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مجتہدین تابعین

میں سے کسی امام کے مذہب کے مقلد وترجمان اور ناشر نہیں، چنانچہ وہ ’’زاحمناهم‘‘ ..... ’’ہم نہ ان کے اجماع کو تسلیم کرتے ہیں، نہ ان کے مسلک ونظریات کے پیروکار ہیں‘‘ ..... بلکہ ’’هم رجال و نحن رجال‘‘ ..... ’’وہ بھی مجتہد ہیں، ہم بھی مجتہد ہیں‘‘ ..... کے قائل ہیں، ان کو اجتہاد کا حق ہے، ہم بھی اجتہاد کرتے ہیں، ہم ان کے اجتہاد کے پابند نہیں، یہ اور بات ہے کہ بعض مسائل میں ہمارا اُن کا اتفاق ہو جائے۔

۳: ......انہی وجوہ سے اصولیین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مجتہدِ مطلق مانتے اور ان کے مذہب کے مقلد ہیں۔

۴: ......کوئی اصولی شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ نظریہ کا ہمنوا نہیں ہے۔

۵: ......محقق عصر علامہ محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’ماتمس إليه الحاجة‘‘ میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ نظریے کی تردید کی ہے۔ (۳)

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نظریہ بھی ان کے تفردات میں سے ہے۔

بعض اعتراض کرنے والوں کے اس اعتراض کا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی نہ تھے، جواب دیتے ہوئے شمس الائمہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

’’عن أبی حنيفة أنه قال: إذا اجتمعت و الصّحابة رضی علی شئی سلمناه لهم و إذا اجتمع التابعونؒ زاحمناهم ..... وأما أبوحنيفة فهو تابعی قد أدرکؒ فیما يحکی أربعة من الصحابةؓ ..... فجاز له مزاحمة التابعینؒ، فإن أبا حنيفة قدکان من أهل الاجتهاد فی زمن التابعینؒ، وکان يفقه الناس فيما قيل أربعين سنة وکثير من التابعینؒ کانوا موجودين بعد سنة عشرين ومائة، فلما لحق أيامهم، وهو من أهل الفتيا، جاز له مخالفتهم والقول معهم۔‘‘ (۴)

’’حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا جب کسی بات پر اجماع ہو جاتا ہے تو ہم اُسے تسلیم کرتے ہیں اور اگر تابعینؒ کا کسی بات پر اجماع ہو تو ہم ان کے اجماع کو نہیں مانیں گے، ہم ان کی اس میں مزاحمت کریں گے ..... ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، موصوف نے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے چار صحابہؓ کو دیکھا ہے ..... انہیں تابعینؒ سے مزاحمت کرنے کا حق ہے، اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عہد تابعین میں اہل اجتہاد میں سے تھے۔ وہ چالیس برس تک طلبہ کو فقہ پڑھاتے رہے، جیسا کہ مشہور ہے اور ان کے زمانے میں ۱۲۰ھ کے بعد بھی تابعینؒ کثیر تعداد میں موجود تھے، امام موصوفؒ اس زمانے میں ان کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اربابِ فتویٰ میں سے تھے، موصوف کو ان کی مخالفت اور موافقت دونوں جائز و درست ہے۔‘‘

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی چالیس سالہ فقہی، تدریسی وتحقیقی خدمات نے فقہ ابوحنیفہؒ کو اسلامی قلمرو میں ایسا پھیلایا اور اس کا نفع ایسا عام وتام کیا تھا کہ شیخ الاسلام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۸ کا بیان ہے:

’’شيئان ماظننت أنهما يجاوزان قنطرةَ الكوفة وقد بلغا الآفاقَ۔‘‘ (۵)

’’دو چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق میرا وہم وگمان نہ تھا کہ وہ کوفہ کا پل پار کریں گی، مگر وہ تو دنیا کے تمام اطراف میں پھیل گئی ہیں۔‘‘

قراءتِ حمزہ کسائیؒ اور فقہ ابوحنیفہؒ

یہ دونوں اسلامی قلم رو کے چپے چپے میں پہنچی ہوئی ہیں۔ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

’’القراءة عندی قراءة حمزةؒ والفقه فقه أبی حنیفةؒ، علٰی هٰذا أدرکتُ الناسَ۔‘‘(۶)

’’میرے نزدیک قراءت‘ حمزہؒ کی قراءت ہے، اور فقہ‘ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ ہے، میں نے لوگوں کو اسی پر عمل کرتے پایا ہے۔‘‘

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنن وآثار اور فقہ کا علمی وتحقیقی سرمایہ دوسری صدی ہجری میں براعظم ایشیا اور افریقہ میں پہنچ گیا تھا، اسلامی قلمرو کے مرکز عراق، حجاز، خراسان، شام ومصر اور بربر میں یہ علمی ورثہ اپنی افادیت کی وجہ سے مجتہدین اور دانشوروں کے علمی سرمائے میں اپنی جگہ بنا چکا اور مرکزِ توجہ بن گیا تھا۔

عہدِ عباسی میں عراق، بغداد، کوفہ وبصرہ علم کے مشہور مرکز تھے، یہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ان کے شاگردوں اور ہم عصروں کے زیر مطالعہ تھیں، چنانچہ مجتہدین میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (۹۷-۱۶۱ھ/ ۷۱۶-۷۷۸ء) کے پاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الرہن کا تذکرہ کتب تاریخ میں عام ہے۔(۷) دانشور ومؤرخ محمد بن عمر الواقدی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰-۲۰۷ھ/ ۷۴۷-۸۲۳ء) کے عظیم کتب خانے(۸) میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں موجود تھیں۔(۹) یہ ایسا عظیم کتب خانہ تھا جو بغداد میں ان کے نامور شاگرد محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی منقول ومحفوظ تھا۔(۱۰) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء) ہر جمعہ کو اس کے کتب خانے سے دو جزء منگا کر اس سرمائے کا مطالعہ اور اس سے استفادہ کرتے تھے۔(۱۱)

کوفہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اسد بن عمرو البجلی الکوفی المتوفی ۱۸۸ھ کے پاس امام موصوف کی کتابیں موجود ومحفوظ تھیں۔(۱۲)

حجاز میں مدینہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، ائمہ مجتہدین میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو نہایت ممتاز مقام حاصل تھا، ان کے مطالعے میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی وتحقیقی ذخیرہ موجود تھا، چنانچہ علامہ عبدالعزیز بن محمد دراوردی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۸۶ھ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کیا ہے:

’’عندی من فقه أبی حنیفةؒ ستون آلاف مسألة۔‘‘(۱۳)

’’میرے پاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساٹھ ہزار مسئلے موجود ہیں۔‘‘

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ‘ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں مطالعہ کرتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالعزیز دراوَردی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، وہ فرماتے تھے:

’’کان مالک بن أنسؒ ینظر کتبَ أبی حنیفةؒ و ینتفع بها۔‘‘(۱۴)

’’امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ‘امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں مطالعہ کرتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔‘‘

اور امام موصوف کی کتابیں مجتہدین کی رہنمائی کرتی تھیں، جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل بیان سے عیاں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

’’امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ یکتا ہیں، ایک یہ ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت مدون کیا اور اس کے ابواب کو ترتیب دیا، پھر امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے موطأ کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔‘‘ (۱۵)

خراسان: ترمذ اور بلخ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عبدالعزیز بن خالد الترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی روایت واشاعت کرتے تھے۔ (۱۶)

بلخ میں قاضی بلخ ابومطیع حکم بن عبداللہ البلخی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۳-۱۹۷ھ/ ۷۳۱-۸۱۳ء) موجود تھے، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی کتاب ’’الفقہ الأکبر‘‘ کے راوی ہیں۔ (۱۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں موجود تھیں۔

مَرْو میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عبداللہ بن المبارک مروزی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۸-۱۸۱ھ/ ۷۳۶-۷۹۷ء) کے پاس بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحقیقاتی ذخیرہ سفر وحضر میں بھی ساتھ رکھتے تھے، چنانچہ جب بیروت میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مجتہد مطلق ابوعمرو عبدالرحمٰن اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ (۸۸-۱۵۷ھ/ ۷۰۷-۷۷۴ء) سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا تو موصوف نے اُنہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسائل دکھائے تو ان کی غلط فہمی دور ہوئی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کا اندازہ ہوا۔ (۱۸)

افریقہ، بلادِ بربر و مصر میں ابوسعید سابق بن عبداللہ المعروف بالبربری رحمۃ اللہ علیہ، جو شاعر و زاہد اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور کتاب الآثار کے ان سے راوی ہیں موجود تھے، چنانچہ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۷۱ھ نے تصریح کی ہے کہ ابوسعید سابق بربری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب الآثار کے راوی ہیں۔ (۱۹) مصر علوم اسلامی کا مرکز تھا، یہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی ذخیرہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اسد بن الفرات رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲-۲۱۳ھ/ ۷۵۹-۸۲۸ء) لے کر پہنچے تھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نامور فقیہ عبداللہ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۷ھ اور عبدالرحمٰن ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۱ھ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مسائل کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی آراء ان سے معلوم کیں، چنانچہ فقیہ ابواسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۷۶ھ میں رقم طراز ہیں:

’’ہٰذہ کتب أبی حنیفۃ، وسأل أن یجیب فیہا علٰی مذہب مالکؒ۔‘‘ (۲۰)

''اسدؒ نے کہا: یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ہیں اور پوچھا آپ ان کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر جواب دیں۔''

دیارِ مغرب میں یہی کتابیں ''کتب الاسدیہ'' کے نام سے مشہور ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اوران کے مذہب کے راوی، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں امام ابوابراہیم اسماعیل مزنی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۹۴ھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۲۱ھ کا بیان ہے:

''إنی کنت أری خالی یدیم النظر فی کتب أبی حنیفة فلذلک انتقلت إلیه۔''(۲۱)

''میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں ہمیشہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے، چنانچہ میں نے شافعی مذہب چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا۔''

ابن الندیم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تدوین علم کی خوبی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

''العلم برًا و بحرًا شرقًا و غربًا بعدًا و قربًا تدوینه - رضی اللّٰه عنه- ۔''

''اللہ امام (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) سے راضی ہو، اس تدوین نے خشکی وسمندر، مشرق ومغرب، دور ونزدیک ہر جگہ کو علم سے بھردیا ہے''۔(۲۲)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم ترین کارنامہ

تابعینؒ کے دور میں علم شریعت کی تشکیل وتدوین کی سعادت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے، چنانچہ قاضی ابوبکر عتیق بن داوٗد یمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے ''فضل أبی حنیفةؒ'' میں رقم طراز ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شریعت کے علم کو مدون ومرتب کیا اور کسی کو ان پر سبقت حاصل نہیں، اس لیے کہ صحابہؓ وتابعین رضی اللہ عنہم نے علم شریعت ابواب میں مدون نہیں کیا تھا اور نہ کتابی صورت میں ترتیب دیا تھا، وہ صرف اپنی قوتِ فہم پر بھروسہ رکھتے تھے، انہوں نے اپنے دل و دماغ کو علم کا خزانہ بنایا ہوا تھا۔ ان اکابر تابعینؒ کے بعد جب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نمایاں ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ علم شریعت منتشر ہے، انہیں خطرہ ہوا کہ بعد میں آنے والی نسلیں اس علم کو برباد کردیں گی، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم چھین نہیں لے گا، بلکہ وہ عالموں کو دنیا سے اٹھالے گا، پھر دنیا میں جاہل سردار رہ جائیں گے، جن کے پاس علم نہ ہوگا، وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے، اس لیے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کا علم مدون ومرتب کیا اور اس کی ابواب میں ترتیب کی، کتاب میں عنوان اور ابواب قائم کیے، چنانچہ کتاب الطہارت سے ابتدا کی، پھر کتاب الصلاۃ کا عنوان قائم کیا، پھر عبادات کے تمام ابواب ترتیب وار مقرر کیے، پھر معاملات کے ابواب قائم کیے اور میراث کے ابواب پر شریعت کو ختم کیا۔ آغاز طہارت سے کیا، پھر صلاۃ کا عنوان لگایا، اس لیے کہ ہر مکلّف انسان کو صحتِ اعتقاد کے بعد نماز پڑھنے کا حکم ہے، یہ خاص اور اہم عبادات

میں سے ہے، ہر مکلّف پر فرض ہے۔ آخر میں معاملات ہیں، کیونکہ اصل یہی ہے کہ یہ معاملات نہ ہوں اور انسان ان سے بری الذمہ ہو، کتاب کا خاتمہ وصایا اور مواریث پر کیا، اس لیے کہ ان کا تعلق اس کے آخری حالات سے ہے، کیسی اچھی ابتدا اور کیسا اچھا خاتمہ ہے۔ جو ائمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آئے انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے فائدہ اٹھایا، ان کی پیروی کی اور ان کتابوں پر اپنی کتابوں کی تفریع کی، انہی سانچوں میں اپنی کتابوں کو ڈھالا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کی تدوین کی ہے، تو بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضمانت لے اور اس کا پہلا مدون غلطی کرے۔'' (۲۳)

اجتہادی مسائل میں ائمہ فقہا کی کشادہ دلی

مجتہدین میں جس طرح اجتہادی مسائل کے استنباط و استخراج میں اختلافِ نظر رہا، یہ اختلاف ان کے شاگردوں میں بھی نمایاں رہا جو اجتہادی مسائل میں ان کی کشادہ دلی، برداشت اور رواداری کی نہایت روشن دلیل ہے، چنانچہ مسجد حرام مکہ معظّمہ میں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ (۶۱-۱۴۸ھ/ ۶۸۱-۷۶۵ء) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۹۳-۱۷۹ھ) اور حضرت عثمان بتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۳ھ) تشریف فرما تھے، کسی نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا، مسئلہ ایک اور ہر امام کا جواب مختلف، مسئلہ پوچھنے والے سے نہ رہا گیا، اس نے ان سے پوچھا کہ وجۂ اختلاف آخر ہے کیا؟ مؤرخ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''حضرت اعمشؒ کوفہ سے، حضرت مالک بن انسؒ مدینہ سے اور حضرت عثمان بتیؒ بصرہ سے، حج کے لیے نکلے اور مسجد حرام میں بیٹھ کر فتوے دیئے، وہ فتوے ایک دوسرے کے خلاف ہوئے تو ایک شخص نے حضرت اعمشؒ سے عرض کی: آپ اہل مدینہ کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت اعمشؒ نے جواب میں کہا: ہم میں اور اہل مدینہ میں اختلاف آج کا نہیں، پرانا ہے، چنانچہ ہم اپنے علما کے قول کو پسند کرتے ہیں اور وہ اپنے علما کے قول کے دلدادہ ہیں (ہر ایک اپنے اسلاف کے اقوال و آراء پر عمل کرتا ہے، سب دین پر عمل کرتے ہیں)۔'' (۲۴)

اسلامی دنیا کے چار مقبول و عظیم الشان فقہی مذاہب

مذاہب اربعہ جنہیں اسلامی دنیا میں شہرت حاصل ہے، ان میں: ۱: ...... عظیم ترین مذہب حنفی مذہب ہے، ۲: ...... پھر عظیم تر مذہب شافعی مذہب، ۳: ...... اس کے بعد مالکی مذہب اور ۴: ...... پھر حنبلی مذہب ہے۔

مؤخر الذکر مذاہب ثلاثہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ اور فقیہانِ کوفہ کے مرہونِ منت ہیں، خاص طور پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ شاگردوں کا فیض و ثمرہ ہیں۔ علامہ شمس الدین

الذہبی رحمۃ اللہ علیہ فقیہانِ کوفہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

’’اہل کوفہ میں سب سے بڑھ کر فقیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور ان دونوں مجتہدوں کے شاگردوں میں سب سے بڑھ کر فقیہ، علقمہ رحمۃ اللہ علیہ اور علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے بڑھ کر فقیہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے بڑھ کر فقیہ حماد رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور حماد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے بڑھ کر فقیہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے بڑھ کر فقیہ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کے شاگرد سارے جہاں میں پھیل گئے اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑھ کر فقیہ محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے اور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے بڑھ کر فقیہ ابوعبداللہ الشافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔‘‘(۲۵)

حواشی وحوالہ جات

۱:......الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص:۱۸۔

۲:...... حجۃ اللہ البالغۃ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ج:۲،ص:۴۱۹۔

۳:...... ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجۃ، ص:۴۷۔

۴:......اصول الجصاص، ج:۲،ص:۱۲۰۔

۵:......تاریخ بغداد، ج:۱۳،ص:۳۴۷۔

۶:......ایضاً۔

۷:......تاریخ بغداد، ج:۱۳،ص:۳۴۲، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ، حیدرآباد دکن، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۳۲ھ، ج:۱،ص:۲۵۰۔

۸:......تاریخ بغداد، ج:۳،ص:۵-۶، اسلامی کتب خانے عہد عباسی میں، تالیف راقم السطور، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۰ھ، ص:۴۴۳۔

۹:......الجواہر المضیۃ، ج:۱،ص:۱۸۱۔

۱۰:......تاریخ بغداد، ج:۵،ص:۳۲۲۔

۱۱:......ایضاً۔

۱۲:......الجواہر المضیۃ، ج:۱،ص:۱۴۰۔

۱۳:......اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالکؒ وروایۃ ابی حنیفۃؒ عن مالکؒ، تالیف محمد زاہد الکوثریؒ، ۱۴۰۸ھ، ص:۹۷۔

۱۴:......اقوام المسالک، ص:۹۹۔

۱۵:......تبییض الصحیفہ، حیدرآباد دکن، مطبعۃ دائرۃ المعارف، ۱۳۳۴ھ، ص:۳۶۔

۱۶:......مناقب الامام الاعظمؒ، صدر الائمہ موفق بن احمد المکیؒ، کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ، ج:۱،ص:۶۸۔

۱۷:......الجواہر المضیۃ، ج:۲،ص:۲۶۵-۲۶۶، میزان الاعتدال، ج:۱،ص:۵۷۴، ابومطیع بلخیؒ کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی تعدیل منقول ہے، چنانچہ سید الحفاظ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد احمد بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا: **’’فما ظنک بمن عدلہ ابن المبارکؒ ووکیعؒ۔‘‘** (مناقب امام الاعظمؒ للکردری، ج:۱،ص:۹۱)۔ ’’تمہارا کیا خیال ہے جس کی توثیق وتعدیل عبداللہ بن المبارکؒ اور وکیعؒ نے کی ہو۔‘‘

۱۸:......تاریخ بغداد، ج:۱۳،ص:۳۳۸۔

۱۹:......تاریخ ابن عساکر، ترجمہ سابق بن عبداللہ معروف بالبربری۔

۲۰:......طبقات الفقہاء، بغداد، المکتبۃ العربیہ، ۱۳۵۶ھ، ص:۱۳۲۔

۲۱:......وفیات الاعیان لابن خلکانؒ، بیروت، دار صادر، ج:۱،ص:۱۷۔

۲۲:......الفہرست، ابن ندیم، کراچی، نور محمد اصح المطابع، ۱۹۹۰ء، ص:۲۰۶۔

۲۳:......مناقب الامام الاعظمؒ لصدر الائمہ، ج:۲،ص:۱۳۶-۱۳۷۔

۲۴:......تاریخ بغداد، ج:۸،ص:۱۶۶۔ (ترجمہ جمعہ بن یونس، رقم:۴۲۷۱)

۲۵:......سیر اعلام النبلاء، ج:۵،ص:۲۳۶۔

(جاری ہے)